نامۂ حفیظ
بنام مدیر الحق

شاعر اسلام حضرت حفیظ جالندھری

غیرتِ ملّی کہاں چلی گئی ۔۔۔ ؟

نئے خطرات ۔۔۔۔ نئی سازشیں ۔۔۔۔ نئے فتنے

الحق کا تازہ شمارہ جنوری ۱۹۷۷ء زیر مطالعہ ہے۔ بار بار قلم اٹھاتا ہوں۔ ہمت جواب دے جاتی ہے تاہم بار بار اپنے احساسات کو روکتے ہوئے یہ سطور لکھنے پر مجبور ہوں۔

نقش آغاز ۔۔۔ فجر اسلام ۔۔۔ ایک فلم ۔۔۔ جس میں عہد رسالت کی تصویری عکس کشی کے ذریعے سینما دیکھنے والوں کی تفریح کا سامان کیا گیا ہے۔ اس پر مسلمانِ پاکستان کی بے حسی کا جو ماتم آپ نے محسوس کیا ہے۔ وہی عالم ہر اس غیرت مند کا ہونا چاہئے۔ جس میں حیا کا جوہر ابھی کہیں موجود ہے۔

لیکن آپ کی طرح محسوس کرنے والے ہیں کتنے ؟ اور محسوس کر لینے کے بعد ان میں سے کون ہے جو اس معاملے پر علانیہ آواز بلند کرے ۔۔۔ آپکے اس شمارے سے بہت پہلے اخبارات میں اس فلم کی خبر اور اس کا ذکر ۔۔۔ مذمت کے الفاظ میں آتا رہا۔ پھر خاموشی چھا گئی ۔۔۔ آپ کا الحق جن لوگوں کے مطالعہ میں آتا ہے ۔۔۔ کیا ان میں سے اپنے اپنے مقام پر کوئی اس ماتم میں علانیہ شریک ہوگا ۔۔۔ ؟ معاف کیجئے گا، یہ سوال میرے قلب سے ابھر کر کاغذ پر آ ہی گئے ہیں۔ مناسب معلوم ہو تو میرا یہ استفسار شائع کر دیجئے ۔۔۔ ؟ اور اگر میرے اس استفسار کا جواب ملے۔ تو مجھے مطلع کیجئے۔ تاکہ میں بھی جس حالت میں ہوں۔ ان کے ساتھ شامل ہو کر کوئی عملی اقدام تجویز ہو تو اس جہاد میں حصہ لوں ۔۔۔ !

اسی نقش آغاز میں اسی موضوع پر یہ الفاظ ہیں :

" آج سے چند سال قبل انگریز کے عہد نامسعود میں صرف حج کے نام پر کوئی فلم جس غیور اور جسور قوم کے افراد کو گوارا نہ ہو سکی، آج وہ قوم فحاشی اور بے حیائی کے ان فلمی پردوں پر عہد رسالت کے نقشے دیکھنے پر بھی خاموش ہے "

پھر وہی سوال ابھرتا ہے کہ ایسا کیوں ہے ۔ ؟

ایسا اس لئے ہے کہ وہ قوم جسکو آپ نے غیور اور جسور کا فتویٰ دے کر مفتخر کیا ہے۔ وہ خود غیور و جسور

اس لئے تھے۔ کہ اس میں چند ایسے بے لوث افراد بھی موجود تھے۔ جن کی آواز میں صداقت سرشاری تھی۔ جو اپنی جان مال آل اولاد سب کچھ دین پر قربانی کر دینے کا ملت کو یقین دلا چکے تھے۔ ان کی آواز پر عامۃ المسلمین اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور دشمنانِ اسلام کی بہت سی حرکات کا سدِ باب ہو جاتا تھا۔ لیکن دشمنانِ اسلام جبھہ بند بھی تھے۔ ان کو مسلمانوں ہی میں منافقین بھی مل جانے لگے تھے۔ لہذا بے لوث افراد کی تعداد گھٹتی گئی ——— روپیہ، عہدے، املاک اقتدار شخصی مال و اموال ہر راستے میں پڑے ہوئے ملے۔ اور اس طرح دکھائی دئے جیسے کتوں کے سامنے ہڈیاں آجائیں۔ یہ لوگ لپکے۔ جن لوگوں نے یہ ہڈیاں راہوں میں بکھیری تھیں۔ انکو چمکارنے کا فن بھی آتا تھا۔ چنانچہ یہ کتے چمکارے گئے۔ تو دم ہلاتے ہوئے ان کی آقائی مانتے ہوئے ساتھ ہو گئے۔ یہ کتے ہم مسلمانوں ہی میں سے سدھائے گئے۔ اور چھوڑ دئے گئے۔ ان بے لوث خادمانِ دین پر، جو قوم کی جسارت اور غیرت کو جگا دیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ جھنجوڑے جھنجوڑے ہوئے قائدینِ غیرت کم ہوتے ہوتے گم ہو گئے۔ اور عملداری زیادہ تر غیروں کے آگے دم ہلانے اور اپنی ملت کو غیروں کی راہ پر لانے والوں ہی کی ہو گئی ——— اب آپ ہیں۔ یا آپ ایسے چند ایک اور۔ وہ محض ماتمی ہیں۔ ان میں خود جسارت باقی نہیں۔ کہ اتحاد کریں۔ کیونکہ اتحاد کے بغیر جہاد مضحکہ ہے ——— !

میں نے اپنی صغر سنی سے جو کچھ آج تک دیکھا وہ یہ ہے کہ غیرت و حمیت کی آواز بلند کرنے والوں کے خلاف مسلمانوں ہی میں سے جتھے بنا دئے جاتے رہے۔ اور اپنے ہی علماء قائدینِ صادق کی بر سرِ عام و بر سرِ راہ ایسی ایسی توہین کی گئی کہ آج بھی اس وقت اس کے تصور سے میرا رہا سہا خون کھول رہا ہے۔ اپنی ہی ملت کی کشتی کو طوفانِ حوادث سے بچانے والے اپنی ہی ملت کے ہاتھوں بحرِ ذلت میں غرق کئے جاتے رہے۔ لیکن ان کی محنت اور ایمان نے پاکستان قائم کر دیا — ہاں پاکستان۔ لیکن آپ نے پنجابی کی وہ مثل تو سنی ہوگی کہ:

پنڈ وسّا ہی نہیں، اُچکّے پہلے ای آ گئے۔

یعنی بستی ابھی بسی ہی نہیں، لٹیرے پہلے سے آ موجود ہوئے ——— یہی صورت حال پاکستان کی تشکیل میں ہوئی۔ انگریز نے، ہندو نے، یہود نے، روس نے، امریکہ نے پاکستان میں پاکستانیوں ہی میں سے خریدے ہوئے گرگے متعین کر رکھے تھے۔ ہاں یہ گرگے انگریزوں کے پرانے ملازمین اور ان کی اولاد میں سے بھی تھے۔ یہ صنعت اور کارخانہ داری کے لالچی تھے۔ یہ اسکولوں، کالجوں میں اشتراکی دلالی کرنے والے بھی تھے۔ یہ علماء کے بھیس میں بھی۔ یہ فقراء کے لبادوں میں بھی۔ یہ شاعروں صحافیوں، ادیبوں، مقرروں، محرروں کی صورت میں بھی تھے۔ یہ پاکستان کی اولین تحریک کے دن سے تھے۔ یہ تشکیل کے ساتھ ساتھ تعمیر میں تخریب کے ہزاروں حربے کر آئے تھے۔ یہ موجود ہیں۔ یہ برسرِ کار ہیں۔ اور ان کے مقابل آپ ہیں۔

اور ہم ایسے جو بھی ہیں ان میں سے

دوستی اب گلے کا ہار نہیں — تار ٹوٹا بکھر گئے دانے

آپ سمجھتے ہیں انگریز کا دور چلا گیا۔ میں کہتا ہوں، انگریز کا وہ دور جس کا آپ نے ذکر کیا ہے انگریز کا دور نہیں تھا، آج ہے۔ انگریز کا دور وضع قطع تعلیم و تربیت، خیال و اعمال، کردار و رفتار، خدارا مجھے بتائیے کون سی بات اس وقت عوام و خواص میں ہے۔ جس کو آپ انگریز کے دور کا نہیں مانتے۔

اب سوال یہ ابھرتا ہے کہ یہ تو ہے آشوب ——— اس کا ازالہ کیا ہے۔؟ کیا ایسی کوئی راہ ہے کہ ساری ملت اس ہلاکت سے بچ جائے جس کا منصوبہ مسلمانوں کو اس دنیا سے ملیامیٹ کرنے کے لئے صدیوں پہلے سے ہو چکا ہوا تھا۔ اور اب یہ منصوبہ کامیابی کے ایسے مرحلے پر ہے، کہ روس، امریکہ، انگلستان اور بھارت چاروں جہت سے آخری ضرب لگا رہے ہیں ——— اور یہ ضرب مسلمانوں پر مسلمانوں ہی کے ہاتھوں لگ رہی ہے۔

استفسار یہ ہے کہ آیا آپ اور آپ کے ہم نوا احباب علماء کرام کوئی عملی تجویز بتائیں گے۔ تاکہ میں اپنے حلقۂ اثر میں ان کے ساتھ شامل ہونے کی تبلیغ کروں۔

ہاں! مولانا سمیع الحق جی آپ نے میرا مکتوب شائع کر دیا۔ وہ تو محض قادیانیوں کے بارے میں چند سطور تھیں۔ ایک سادہ سی تجویز۔ یعنی ان کو ناپاک کوڑھی لوگوں سے بھی زیادہ اپنے لئے خطرناک گردانا جائے۔ میں چاہتا ہوں میری اس تجویز پر غور کیا جائے۔ اور اگر یہ محض ایک بوڑھے نادان شاعر کی ناقابل قبول ہرزہ سرائی نہ ہو۔ تو اس کو ایک زندہ تحریک کی صورت دینے کا اہتمام ضروری ہے ———

الحق یعنی آپ اور لائل پور سے المنبر اور لاہور سے چٹان بلکہ ہر جگہ سے اہل غیرت (مرا یقین ہے) اس تجویز پر عمل کرنے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔

لیکن یہ فتنہ تو بہرحال ہماری جان اور ہمارے ایمان کا ایک مدت سے روگ ہے۔ تازہ فتنہ پاکستان کو مٹانے اور قطعاً ختم کر دینے کا وہ منصوبہ ہے۔ جو روس نے بنایا تھا۔ اور جس کے دلال پاکستان میں ثقافت اور تعلیم کے ہر ادارے پر مسلط ہیں ——— یہ ناچ رنگ یہ فحاشی جس کا ذکر آپ نے اس شمارہ میں خاص طور پہ کیا ہے۔ یہ بہت گہری سازش کا نتیجۂ عملی ہے۔

کیا آپ نے سیارہ ڈائجسٹ (لاہور) کے پانچ شماروں میں ایک مسلسل مضمون مطالعہ کیا ہے۔ اگر نہیں کیا۔ تو خدارا ان کو لاہور کے دفتر سیارہ ڈائجسٹ سے حاصل فرما کر پڑھ ڈالئے۔ اس مضمون کا عنوان ہے "حفیظ۔ تاشقند میں" اور موضوع یہی ہے جس میں آپ کے ساتھ شریک حال و خیال ہوں: فقط ج

حفیظ ۔ ۲۱ جنوری ۱۹۷۴ء